بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ

کہتے ہیں یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس

----- سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ (یونس۔ آیت ۱۸)

پاک ہے وہ ذات اور بلند و بالا ہے اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

وسیلے کا شرک

ایکس کیپٹن ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

ایم بی بی ایس (لکھنؤ)

فاضل علوم دینیہ (وفاق المدارس ملتان)

رابطہ کیلیے پتہ :

محمد حنیف، پوسٹ بکس نمبر ۷۰۲۸، مسجد توحید، توحید روڈ، کیماڑی، کراچی

فون : 2850510 - 2854484

www.emanekhalis.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

امّا بعد! لوگوں کو جب سمجھایا جاتا ہے کہ جس کو تم ولی اللہ سمجھتے ہو، اس کی قبر کے پاس پہنچ کر اس قدر خوفزدہ اور بدحواس کیوں ہو جاتے ہو کہ کبھی قبر کے پاس جھکے جا رہے ہو، کبھی قبر کو ہاتھ لگا کر اس کی خاک بدن پر ملتے ہو، کبھی اس کا طواف کرتے ہو، کبھی ہاتھ باندھے اس کے پاس اپنی بپتائیں بیان کر رہے ہوتے ہو، کبھی صاحب قبر کی دہائی دیتے ہو، کبھی نذرونیاز اور چڑھاوے پر اتر آتے ہو، کبھی منتیں مانتے ہو کہ اولاد ہو جائے تو یہ نذر کروں گا، بیماری چلی جائے تو یہ خدمت بجا لاؤں گا؛ واپس ہونے لگتے ہو تو الٹے پیروں چلتے ہو کہ قبر کی طرف پیٹھ نہ ہونے پائے، قبر کے قریب یا دور جہاں سے بھی گزر و قبر کا رخ کر کے سلام کرتے ہو اور اس میں برکت جانتے ہو اور ایسا نہ کرنے پر سخت مشکل میں پڑ جانے کا دھڑکا تمہیں لگا رہتا ہے، اولاد ہو تو نہلا دھلا کر لاتے ہو اور فرش پر ڈال دیتے ہو، دولہا کو نکاح کے واسطے لیے جا رہے ہوتے ہو تو پہلے قبر پر حاضری دیتے ہو...... آخر یہ سب کیوں کرتے ہو؟ کیا یہ غیر اللہ کی پرستش اور پوجا نہیں ہے؟ اور کیا کسی ایک ولی اللہ نے بھی اس بات کا حکم دیا ہے؟ ولی اللہ تو نمازیں پڑھنے والے، روزے رکھنے والے، اللہ سے ڈرنے والے اور اللہ ہی کو پکارنے والے ہوتے ہیں؛ وہ یہ بات کیسے پسند کر سکتے تھے کہ تم یہ کام کرنے کے بجائے ان کو پکارو، ان سے مانگو؟

عجیب بات ہے کہ جب ان ناسمجھوں سے کہا جاتا ہے کہ تمہی بتاؤ کہ کیا کوئی ایماندار اور اللہ سے ڈرنے والا ان باتوں کا حکم دے سکتا ہے جو تم آج کرتے ہو، تو جواب ملتا ہے کہ ہم یہ سب کچھ اس لیے کرتے ہیں کہ ہم گناہ گار لوگ ہیں، ہماری پہنچ اللہ کے دربار تک کہاں، اور یہ اللہ والے بزرگ تھے ہم ان کو خوش کر کے اللہ کے یہاں اپنا وسیلہ بناتے ہیں تا کہ یہ ہماری بات وہاں تک پہنچا دیں؛ آخر دنیا میں بادشاہ تک پہنچنا ہوتا ہے تو کیا درباریوں اور وزراء کو وسیلہ نہیں بنایا جاتا...... یہ بالکل وہی بات ہے جو عرب کے لوگ اس وقت کہا کرتے تھے جب ان کو ٹوکا جاتا تھا کہ ایک مالک کو چھوڑ کر تم دوسروں کے پاس کیوں جاتے ہو۔؟ اللہ تعالیٰ قرآن میں ان کا نقشہ یوں پیش فرماتا ہے:

غلط توجیہہ

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی (الزمر:۳)

”رہے وہ لوگ جنہوں نے اس کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں (وہ اپنے اس فعل کی توجیہہ یہ کرتے ہیں کہ) ہم تو ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تک ہماری رسائی کرا دیں“

اور کبھی یوں کہتے ہیں کہ: ھٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰہِ (سورۃ یونس : ۱۸) ”یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔“

سچ ہے دنیا بھر کے لوگ ہمیشہ سے یہی کہتے آئے ہیں کہ ہم دوسری ہستیوں کی عبادت ان کو خالق سمجھتے ہوئے نہیں کرتے، خالق تو ہم اللہ ہی کو مانتے ہیں اور اصل معبود اسی کو سمجھتے ہیں لیکن اس کی بارگاہ بہت اونچی ہے، وہاں تک ہماری رسائی بھلا کہاں؟ اس لیے ہم ان بزرگوں کو وسیلہ بناتے ہیں تا کہ یہ ہماری دعائیں اور التجائیں اس تک پہنچا دیں اور ہمارے سفارشی بنیں۔ کاش انہیں معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ دنیا کے بادشاہوں سے بالکل مختلف ہے!

دنیا کے بادشاہوں کو تو سوال کرنے والے کے حالات اور ضروریات کا کچھ علم نہیں ہوتا مگر مالک اس نقص سے پاک ہے، وہ تو ہر انسان کے دل کی بات تک سے واقف ہے، اس کو اس کی ضرورت نہیں کہ اس کا کوئی وزیر اس تک خبر پہنچائے تب اسے معلوم ہو۔ دنیا کے بادشاہوں کی طرح وہ اپنے سرداروں اور وزیروں کے جھرمٹ میں نہیں رہتا کہ جب تک کوئی سردار یا وزیر اٹھ کر سفارش نہ کرے، وہ کسی کی عرضداشت سننے پر رضامند ہی نہ ہو! اور نہ وہ دنیاوی بادشاہوں کی طرح تندمزاج اور غصہ ور ہے کہ کسی سائل کو خدام ادب کا ذریعہ چھوڑ کر، براہ راست اس کی خدمت میں کچھ عرض کرنے کا یارانہ ہو۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے وزیر اور بادشاہ قسم کی غلط مثالیں بیان کرنے سے قرآن میں منع فرمایا ہے، اور بتلا دیا ہے کہ میں ہر بات کا علم بھی رکھتا ہوں، اور اپنے بندوں کے لیے ارحم الراحمین ہوں، دوسرے ایسے نہیں ہیں:

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل :۷۴)

''پس اللہ کے لیے مثالیں نہ گھڑو، اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔''

مالک حقیقی کا حال تو یہ ہے کہ وہ انسان سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (سورۃ ق:۱۶)

''ہم نے انسان کو بنایا ہے اور ہم جانتے ہیں جو باتیں اس کے جی میں آتی ہیں اور ہم اس سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔''

یہ ہے اللہ کا معاملہ، رہے دوسرے تو ان کو اپنے پکارنے والوں کی پکار کی خبر ہی نہیں ہوتی، پہنچانا اور سفارش کرنا تو بعد کی بات ہے۔ یہ قرآن کریم کا اصلی مسئلہ ہے۔ اور قرآن نے اولیاء اللہ کو دعائیں پہنچانے والا سمجھنے والوں کو مشرک کہا ہے۔ ابوجہل کا سب سے مضبوط عقیدہ یہی تھا۔

پروردگار براہ راست دعاؤں کو سنتا ہے

یہی اللہ کے دربار تک دعاؤں کے پہنچانے کا مسئلہ نبی ﷺ کے سامنے بھی لایا گیا تھا اور کہا جا رہا تھا کہ کیا ہماری بات براہ راست اللہ کے دربار تک پہنچ سکتی ہے اور کیا بغیر وسیلے کے ہماری دعائیں سنی جا سکتی ہیں؟ پروردگار عالم نے قرآن میں اس کا جواب ارشاد فرمایا: وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ (البقرۃ:۱۸۶)

''اور (اے نبی ﷺ) میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں بتا دو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں۔ پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے میں اس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں۔ لہٰذا انہیں چاہیے کہ وہ میرا ہی حکم مانیں اور مجھ ہی پر ایمان لائیں۔ یہ بات تم انہیں سنا دو، شاید کہ وہ راہ راست پا لیں۔''

غرض اس طرح سے بتا دیا گیا ہے کہ اگرچہ تم مجھے دیکھ نہیں سکتے لیکن یہ خیال نہ کرو کہ میں تم سے دور ہوں، نہیں میں اپنے ہر بندے سے اتنا قریب ہوں کہ جب وہ چاہے مجھ سے عرض معروض کر سکتا ہے؛ حتیٰ کہ دل ہی دل میں وہ جو کچھ مجھ سے گزارش کرتا ہے میں اسے بھی سن لیتا ہوں اور صرف سنتا ہی نہیں بلکہ فیصلہ بھی صادر کر دیتا ہوں اور جن بے حقیقت اور بے اختیار ہستیوں کو تم نے اپنی نادانی سے حاجت روا مشکل کشا اور فریاد رس قرار دے رکھا ہے، ان کے پاس تو تم کو دوڑ دوڑ کر جانا پڑتا ہے اور پھر بھی وہ نہ تمہاری شنوائی کر سکتے ہیں اور نہ ان میں یہ طاقت ہے کہ تمہاری درخواستوں پر کوئی فیصلہ صادر کر سکیں۔ اور میں کائنات بے پایاں کا فرماں روائے مطلق، تمام اختیارات اور تمام طاقتوں کا مالک، تم سے اتنا

قریب ہوں کہ تم خود بغیر کسی واسطے اور سفارش کے براہ راست ہر وقت اور ہر جگہ مجھ تک اپنی عرضیاں پہنچا سکتے ہو؛ لہٰذا تم اپنی اس نادانی کو چھوڑ دو کہ ایک ایک بے اختیار، بناوٹی الٰہ کے در پر مارے مارے پھرتے ہو؛ میں جو حکم تمہیں دے رہا ہوں اس کو مان لو، میری طرف رجوع کرو، مجھ پر بھروسہ کرو اور میری بندگی اور اطاعت کرو۔ (ماخوذ)

دعا کے لیے زندوں کو وسیلہ بنانا

بہت سے لوگ قبروں پر جانے کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ ہم وہاں مانگنے کے لیے نہیں جاتے بلکہ ان بزرگوں سے اپنے حق میں دعا کروانے جاتے ہیں۔ اگر بزرگوں کی دعاؤں کو وسیلہ بنانا ہی ہے تو اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ان کی زندگی میں ان سے دعا کرواؤ، دنیا سے چلے جانے کے بعد یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اور یہ دعا ہر زندہ مومن سے کروائی جا سکتی ہے۔ نبی ﷺ سے جب عمر رضی اللہ عنہ نے مکہ جا کر عمرہ کرنے کی اجازت مانگی، تو آپ ﷺ نے ان کو اجازت دے کر کہا:

يَا أُخَيَّ لَا تَنۡسَنَا مِنۡ دُعَائِكَ (مسند داؤد الطیالسی) ''پیارے بھائی! ہمیں اپنی دعاؤں میں نہ بھولنا۔''

مردہ بزرگوں کو دعا کے لیے وسیلہ بنانے کا شرک

اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ مشرکوں کا سب سے بڑا شرک یہ تھا کہ وہ مُردوں کو اپنا سفارشی اور دعاؤں کا وسیلہ بنا کر پوجتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو سختی سے ڈانٹا اور اس فعل شنیع سے منع کیا۔ اے کاش کہ اصحاب قبور کو دعا کے لیے وسیلہ بنانے والوں کو یہ بھی خبر ہوتی کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی وفات کے بعد ان کو دعا کے لیے وسیلہ نہیں بنایا اور نہ ہی نبی ﷺ کی قبر پر گئے، بلکہ عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو دعا کے لیے وسیلہ بنایا:

عَنۡ اَنَسِ بۡنِ مَالِكٍ اَنَّ عُمَرَ بۡنُ الۡخَطَّابِ كَانَ اِذَا قُحِطُوا اسۡتَسۡقٰى بِالۡعَبَّاسِ بۡنِ عَبۡدِالۡمُطَّلِبِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيۡكَ بِنَبِيِّنَا ﷺ فَتَسۡقِيۡنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيۡكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسۡقِنَا فَيُسۡقَوۡنَ (بخاری: کتاب الاستسقاء، جلد ا صفحہ ۱۳۷ مطبوعہ دھلی)

''انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، جب قحط پڑتا تھا تو، عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے بارش کے لیے دعا کرواتے تھے اور کہتے تھے کہ بارالٰہا ہم (پہلے) اپنے نبی ﷺ کو تیری طرف (دعا کے لیے) وسیلہ بناتے تھے اور تو بارش برساتا تھا۔ (اب جبکہ وہ ہم میں نہیں ہیں) ہم اپنے نبی ﷺ کے چچا کو (دعا کے لیے) وسیلہ بناتے ہیں، مالک بارش بھیج۔ پھر بارش ہوتی۔''

اور عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جو قحط عام الرمادة (راکھ کا سال) کے نام سے موسوم ہے ۱۸ھ میں گزرا ہے۔ اس کے واقعہ کی تفصیل ابو صالح السمان رحمۃ اللہ علیہ جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خازن تھے، یوں بیان کرتے ہیں:

فَلَمَّا صَعَدَ عُمَرُ مَعَ الۡعَبَّاسِ الۡمِنۡبَرَ قَالَ عُمَرُ اَللّٰهُمَّ اِنَّا تَوَجَّهۡنَا اِلَيۡكَ بِعَمِّ نَبِيِّكَ وَصِنۡوِ اَبِيۡهِ فَاسۡقِنَا الۡغَيۡثَ وَلَا تَجۡعَلۡنَا مِنَ الۡقَانِطِيۡنَ ثُمَّ قَالَ قُلۡ يَا اَبَا الۡفَضۡلِ فَقَالَ الۡعَبَّاسُ اَللّٰهُمَّ لَمۡ يَنۡزِلۡ بَلَاءٌ اِلَّا بِذَنۡبٍ وَّلَمۡ يُكۡشَفۡ اِلَّا بِتَوۡبَةٍ وَّقَدۡ تَوَجَّهَ بِيَ الۡقَوۡمُ اِلَيۡكَ لِمَكَانِيۡ مِنۡ نَبِيِّكَ وَهٰذِهٖ اَيۡدِيۡنَا اِلَيۡكَ بِالذُّنُوۡبِ وَنَوَاصِيۡنَا بِالتَّوۡبَةِ فَاسۡقِنَا الۡغَيۡثَ فَاَرۡخَتِ السَّمَآءُ شَآبِيۡبَ مِثۡلَ الۡجِبَالِ حَتّٰى اَخۡصَبَتِ الۡاَرۡضُ (حاشیہ بخاری: جلد ا، صفحہ ۱۳۷)

''پس جب عمر رضی اللہ عنہ عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ منبر پر چڑھے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: اے مالک ہم تیرے نبی ﷺ کے چچا کے ذریعہ جوان کے باپ کے بھائی ہیں، تیری طرف رخ کرتے ہیں، تو اے مالک ہمارے لیے پانی برسا اور

ہمیں نا امید نہ کر۔ پھر انہوں نے عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے ابوالفضل! اب آپ دعا کریں۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مالک! تیری کوئی بلا نازل نہیں ہوتی مگر گناہ کی وجہ سے، اور وہ دور نہیں ہوتی مگر توبہ سے؛ اور اس وقت قوم نے تیرے نبی ﷺ کی نگاہ میں میرے مقام☆ کی وجہ سے تیری بارگاہ میں مجھے ذریعہ بنایا ہے؛ تو اے مالک! یہ گناہ آلود ہاتھ تیری بارگاہ میں اٹھے ہوئے ہیں، اور ہماری پیشانیاں توبہ کے لیے تیرے سامنے جھکی ہوئی ہیں، بارِالہا! ہم پر بارش برسا۔ پس آسمان نے پہاڑوں جیسے دھانے کھول دیے اور زمین جی اٹھی۔''

آخر نبی ﷺ سے زیادہ فضیلت والی ذات کونسی ہے جس کا مرنے کے بعد دعا میں وسیلہ اختیار کیا جائے؟ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے زیادہ دین کو سمجھنے والا کون ہوسکتا ہے؟ مگر نبی ﷺ کی وفات کے بعد وہ نبی ﷺ کی قبر پر جا کر نہ تو ان کی ذات کو وسیلہ بناتے ہیں اور نہ دعاءِ استسقاء کے وقت بلکہ نبی ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ جو دنیا میں زندہ تھے، ان کو دعا کے لیے وسیلہ بناتے ہیں، وہ دعا کرتے ہیں اور مالک بارش برساتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو کسی کے حق کا واسطہ دینا جائز نہیں

جن لوگوں نے وسیلہ کے نام سے بزرگانِ دین کی استعانت اور انبیاء اور اولیاء سے استغاثہ جائز کر رکھا ہے، انہوں نے قرآن کے لفظ **وسیلہ** (بمعنی قرب) کو اردو کے لفظ وسیلہ (بمعنی ذریعہ) کا مترادف سمجھ لیا ہے، حالانکہ قرآن وحدیث سے یہ ثابت ہے کہ **وسیلہ** سے تقرب مراد ہے۔ مسلم کی روایت ہے :

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنُ عَمْرٍ وبْنِ الْعَاصِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَاسَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَايَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْاعَلَيَّ فَاِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلٰوةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْراً ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ فَاِنَّهَا مَنْزِلَةً فِي الْجَنَّةِ لَايَنْبَغِيْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِاللّٰهِ وَاَرْجُوْاَنْ اَكُوْنَ اَنَا هُوَ فَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ (راوہ مسلم:کتاب الصلوٰۃ)

''عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم اذان دینے والے کو اذان دیتے ہوئے سنو تو وہی کلمات کہو جو وہ کہہ رہا ہو، پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے؛ پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ طلب کرو۔ کیونکہ یہ وسیلہ جنت کا وہ مقام ہے جو اللہ کے بندوں میں صرف ایک بندے کے لائق ہے اور مجھے امید ہے کہ میں وہ بندہ ہوں۔ سن لو جس نے میرے لیے اللہ تعالیٰ سے یہ وسیلہ مانگا، اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔''

معلوم ہوا کہ وسیلہ جنت میں بلندترین مقام کا نام ہے۔ اور بخاری کی روایت یوں ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَآءَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِيْ وَعَدتَّهٗ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (بخاری:کتاب الاذان،جلد ۱ صفحہ ۸۶)

''جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے اذان سن کر یہ کہا کہ اے اللہ! اس پوری پوری پکار کے رب اور ہمیشہ باقی رہنے والی نماز کے مالک! عطا فرما محمد (ﷺ) کو وسیلہ اور فضیلت اور مبعوث فرما ان کو اس مقام محمود پر جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے، (تو) ایسے کہنے والے کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔''

پس معلوم ہوا کہ وسیلہ سے مراد قرب الٰہی ہے اور اس سے کسی کی ذات کو اللہ کے حضور وسیلہ بنانا مقصود نہیں۔

☆**کان رسول اللہ ﷺ یعظمه و یکرمه بعد اسلامه** (اسدالغابۃ): رسول اللہ ﷺ ان کے قبول اسلام کے بعد ان کی تعظیم وتکریم کرتے تھے

علامہ آلوسی، تفسیر روح المعانی کے مصنف نے بڑی تفصیل سے اس بات پر گفتگو کی ہے اور لکھا ہے کہ

اَلْاِسْتِعَانَةُ بِمَخْلُوْقٍ وَّ جُعْلُهُ وَسِيْلَةً بِمَعْنٰى طَلَبِ الدُّعَآءِ مِنْهُ لَاشَكَّ فِيْ جَوَازِهٖ اِنْ كَانَ الْمَطْلُوْبُ مِنْهُ حَيًّاوَّاَمَّا اِذَاكَانَ مَطْلُوْبٌ مِّنْهُ مَيِّتًا اَوْغَآئِبًافَلَايَسْتَرِيْبُ عَالِمٌ اَنَّهٗ غَيْرَ جَائِزٍوَّاَنَّهٗ مِنَ الْبِدَعِ الَّتِيْ لَمْ يَفْعَلْهَا اَحَدٌ مِّنَ السَّلَفِ وَلَمْ يَرْوِعَنْ اَحَدٍمِّنَ الصَّحَابَةِ ﷺ وَهُمْ اَحْرَصُ الْخَلْقِ عَلٰى كُلِّ خَيْرٍاَنَّهٗ طَلَبَ مِنْ مَيِّتٍ شَيْئًا (روح المعانی: جلد ٦ صفحہ ١٢٥)

''کسی شخص سے درخواست کرنا اور اس کو اس معنی میں وسیلہ بنانا کہ وہ دعا کرے، اس کے جائز ہونے میں کوئی شک نہیں ہے بشرطیکہ جس سے درخواست کی جارہی ہو وہ زندہ ہو۔ دوسری طرف میت یا غائب شخص سے دعا کرانے کے ناجائز ہونے میں کسی عالم کو بھی شک نہیں ہے اور یہ ایک ایسی بدعت ہے جس کا ارتکاب سلف میں کسی نے نہیں کیا۔ صحابہ کرام ﷺ سے بڑھ کر نیکی اور ثواب کا حریص اور کون ہوا ہے لیکن کسی ایک صحابی سے بھی منقول نہیں کہ انہوں نے صاحب قبر سے کچھ طلب کیا ہو۔''

یہی بات امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف سے ثابت ہے۔ ابوالحسین قدوری اپنی فقہ کی کتاب المسمی بشرح الکرخی کے باب الکراھة میں لکھتے ہیں کہ

قَالَ بَشَرٌ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا اَبُوْ يُوْسَفَ قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ لَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍاَنْ يَّدْعُوَاللّٰهَ اِلَّا بِهٖ وَاُكْرِهُ اَنْ يَّقُوْلَ بِحَقِّ خَلْقِكَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ يُوْسَفَ: قَالَ اَبُوْيُوْسَفَ اُكْرِهُ اَنْ يَّقُوْلَ بِحَقِّ فُلَانٍ اَوْ بِحَقِّ اَنْبِيَآئِكَ وَرُسُلِكَ وَبِحَقِّ الْبَيْتِ الْحَرَامِ وَالْمَشْعَرِالْحَرَامِ قَالَ الْقُدُوْرِيُّ: اَلْمَسْئَلَةُ بِخَلْقِهٖ لَا تَجُوْزُ لِاَنَّهٗ لَاحَقَّ لِلْخَلْقِ عَلَى الْخَالِقِ فَلَا تَجُوْزُ وِفَاقًا

''بشر بن ولید کہتے ہیں کہ مجھ سے امام ابو یوسف نے بیان کیا کہ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ کسی کے لیے اللہ تعالیٰ سے بجز اس کی ذات اور صفات کے حوالہ دے کر دعا کرنا جائز نہیں ہے اور میں ناجائز سمجھتا ہوں کہ کوئی یوں کہے کہ **بحق تیری مخلوق کے**۔ اور یہی قول ابو یوسف کا ہے: وہ کہتے ہیں کہ میں بھی ناجائز سمجھتا ہوں کہ کوئی یوں کہے کہ **بحق تیرے نبیوں کے، بحق تیرے رسولوں کے، یا بحق بیت الحرام یا بحق مشعرالحرام**۔ (اس کے بعد) امام قدوری کہتے ہیں کہ اللہ سے اس کی مخلوق کا واسطہ دے کر سوال کرنا جائز نہیں ہے کیوں کہ کسی مخلوق کا بھی خالق پر کوئی حق نہیں ہے کہ وہ اسے ادا کرے۔''

یہی بات احناف کے مسلک کی سب سے معتبر کتاب ہدایہ کی کتاب الکراھیة میں ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

وَيُكْرِهُ اَنْ يَّقُوْلَ فِيْ دُعَآئِهٖ بِحَقِّ فُلَانٍ اَوْبِحَقِّ اَنْبِيَآئِكَ وَرُسُلِكَ لِاَنَّهٗ لَا حَقَّ لِلْمَخْلُوْقِ عَلَى الْخَالِقِ (ھدایة: جلد ٤، صفحہ ٤٥٩ سطر ٣، ٤)

''اور جائز نہیں کہ کوئی اپنی دعا میں یوں کہے کہ بحق فلاں یا اپنے انبیاء اور رسولوں کے حق کے طفیل یا صدقہ میں کیونکہ خالق پر کسی مخلوق کا کوئی حق نہیں ہے۔''

اور یہ کہنا بھی کہ:

اَللّٰهُمَّ اَسْأَلُكَ بِحَقِّ فُلَانٍ عَبْدِكَ اَوْ بِجَاهِهٖ اَوْ حُرْمَتِهٖ اَوْ نَحْوَذَالِكَ مَكْرُوْهٌ كَرَاهَةٌ تَحْرِيْمٌ عِنْدَ جَمِيْعِ مُتُوْنِ الْحَنَفِيَةِ وَهِيَ كَالْحَرَامِ فِي الْعُقُوْبَةِبِالنَّارِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ

(مستفاض من صيانة الانسان: صفحہ ٢٠١)

''اے اللہ میں تجھ سے فلاں بندے کے حق کے واسطے سے سوال کرتا ہوں۔ یا یوں کہے کہ اس کی جاہ کے واسطے سے

یا اس کی حرمت کے واسطے سے سوال کرتا ہوں، مکروہ تحریمی ہے اور یہ بات احناف کی ساری کتابوں کے متنوں میں لکھی ہوئی ہے۔ امام محمد کے نزدیک یہ کہنا ایسا حرام ہے کہ اس پر آگ کا عذاب ہوگا۔''

معلوم ہونا چاہیے کہ ''کَــرِهَ'' کا لفظ حدیث اور عبارات سلف میں مکروہ تنزیہی سے لے کر حرام تک کے لیے استعمال ہوتا تھا اور یہاں مکروہ تحریمی کے لیے آیا ہے۔

اور کیا اس ظلم کا کوئی اندازہ لگا سکتا ہے جو ان نام نہاد گروہ صوفیاً نے اسلام پر ڈھایا ہے؟ ہر دعا سے پہلے وہ ان ''حقوں'' کا ایک سلسلہ شروع کر دیتے ہیں اور اس کا نام انہوں نے **''شجرہ شریف''** رکھ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر اس کے بندوں کی ''دھونس'' کا یہ انداز بھی خوب ہے!

افسوس کہ آج اللہ تعالیٰ کو کبھی نبی ﷺ کا واسطہ دلایا جاتا ہے، کبھی کسی ولی کا اور کبھی کسی پیر کا؛ اور قرآن کی وسیلہ والی آیت کو لوگوں نے اردو زبان کے وسیلہ کے معنی میں ڈھال کو دعاؤں میں اللہ کے نیک بندوں کی ذات کو وسیلہ بنانے کا مذموم طریقہ ایجاد کر لیا ہے! ہر چند کہ سارے مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہاں وسیلہ سے مراد اللہ کا تقرب ہے اور وہ ایمان اور نیک اعمال ہی کے ذریعہ سے ممکن ہے۔ آیت یہ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المآئدة:۳۵)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈھو، اور جہاد کرو اس کی راہ میں تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

قرآن کی اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں ''وسیلہ'' سے قربت اور تقرب مراد ہے اور وہ ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ سے حاصل ہو سکتا ہے اور یہی ایمان و عمل کا وسیلہ ہی وہ وسیلہ ہے جس کے حق ہونے پر سب متفق ہیں کیونکہ یہی بات نبی ﷺ سے ثابت ہے۔ لیکن آج جھوٹی روایتوں کے ذریعے نبی ﷺ کی ذات کے وسیلے کو جائز ہی نہیں، مستحسن قرار دے دیا گیا ہے۔ ان میں سب سے مشہور روایت یہ ہے:

آدم علیہ السلام کا نبی ﷺ کی ذات کو وسیلہ بنانے کی غلط روایت

غضب تو یہ ہے کہ ایک ایسی روایت بھی لائی جاتی ہے جس میں آدم علیہ السلام سے گناہ سرزد ہو جانے کا قصہ بھی بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی کہ پھر ان کی توبہ نبی ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنے پر قبول ہوئی:

لَمَّا أَذْنَبَ آدَمُ الذَّنْبَ الَّذِي أَذْنَبَهُ رَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ أَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ ﷺ إِلَّا غَفَرْتَ لِي............الخ

''جب آدم علیہ السلام سے گناہ سرزد ہو گیا تو انہوں نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر محمد ﷺ کے وسیلہ سے مغفرت کی دعا مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا کہ یہ ''محمد'' کون ہیں؟ آدم علیہ السلام نے جواب دیا کہ جب تو نے مجھے پیدا کیا تو میں نے سر اٹھا کر عرش کی طرف دیکھا اور وہاں **لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ** لکھا ہوا پایا تو میں سمجھ گیا کہ جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ رکھا ہے اس سے زیادہ عظمت والا کوئی نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ آدم تم نے سچ کہا، وہ نبی آخر ہیں اور وہ تمہاری ہی اولاد سے ہوں گے، اگر وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کیے جاتے۔''

اور ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ

''(اے نبی ﷺ) اگر آپ نہ ہوتے تو میں کائنات کو پیدا نہ کرتا۔'' (فضائل ذکر: صفحہ ۱۴۳)

اللہ اللہ! یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر کس قدر شدید بہتان ہے! قرآن میں تو اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت کے سلسلہ میں یوں ارشاد فرماتا ہے:

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (البقرۃ:۳۷)

''پس سیکھ لیں آدم نے اپنے رب سے چند باتیں، پھر متوجہ ہو گیا اللہ اس پر۔ بیشک وہی ہے توبہ کو قبول کرنے والا مہربان۔''

اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ ہم نے آدم علیہ السلام کو توبہ کی دعا سکھائی، اور اس کے برعکس یہ روایت کہتی ہے کہ یہ آدم علیہ السلام کا اپنا اجتہاد تھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو یہ دریافت کرنا پڑا کہ تم نے آخر محمد ﷺ کا وسیلہ کیسے پکڑا۔ مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ دعا جو اللہ تعالیٰ نے سکھائی اور جس کے ذریعہ توبہ قبول ہوئی، قرآن میں بیان کردی گئی ہے اور وہ یہ ہے:

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (الاعراف:۲۳)

''(آدم وحوا نے) کہا اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہم کو نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے، تو ہم ضرور تباہ ہو جائیں گے۔''

دوسرا ظلم اس روایت میں یہ ہے کہ کائنات کی تخلیق کا باعث نبی ﷺ کی ذات کو ٹھہرایا گیا ہے حالانکہ قرآن فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات:۵۶)

''میں نے نہیں پیدا کیا جن وانس کو مگر اپنی بندگی کے لیے۔''

ثابت ہوا کہ تخلیق کائنات کی غایت بندگیٔ الٰہی ہے نہ کہ ذات نبوی ﷺ خود ذات نبوی ﷺ کو بھی اللہ کی بندگی کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ فن حدیث کے لحاظ سے بھی اس روایت کو ہر محدث نے موضوع (گھڑی ہوئی) بتایا ہے۔ اس میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم راوی ہے اور اس پر (حدیث گھڑنے کا) یہ حکم لگایا گیا ہے (میزان الاعتدال: جلد۲، صفحہ ۱۰۲)۔

غرض اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات کے صدقے اور وسیلے کے علاوہ ہر دوسری ذات اور اس کی صفات کے صدقے اور وسیلے کو ناجائز اور شرک قرار دیتا ہے۔ اُس کا فرمان ہے کہ میرے بندو! مانگنا ہے تو مجھ سے مانگو، پکارنا ہے تو مجھے پکارو۔ صرف میرے پاس ہی وہ خزانے ہیں جو تمہاری ہر حاجت کو پورا کرسکتے ہیں اور دعا کرتے وقت میرے اسماء حسنٰی (ذات اور صفات کے بہترین نام) کو میری رحمت کو متوجہ کرنے کا ذریعہ بناؤ:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (الاعراف:۱۸۰)

''اللہ کے اسماء حسنٰی ہیں، اُن ہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو''

اب اگر کوئی اسماء حسنٰی کے بجائے اس کے کسی نبی یا ولی کا نام لے کر کہتا ہے کہ اپنے اس پیارے نبی یا ولی کے صدقے میں میری دعا قبول فرما کر میری حاجت پوری کر دے، تو گویا وہ اللہ کی ذات وصفات کے اسماء حسنٰی سے زیادہ اِس نبی یا ولی کی ذات اور اس کے نام کو مؤثر مانتا ہے اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے بندے کو شریک ٹھہرانا ہی نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی شدید توہین بھی ہے۔

آخر میں ہماری پکار یہ ہے کہ:

کیا کوئی ایسا ہے جو شرک کو مٹانے اور توحید خالص کو پھیلانے کے لیے ہمارا ساتھ دینے پر تیار ہو؟ اور...... کہاں ہیں وہ لوگ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقوش قدم کی رہنمائی میں باطل کو مٹا کر حق کے قیام کے لئے ہمارے ہمسفر بنیں؟